وزیر مامون احمد بن یوسف

(۲)

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی)

صولی نے لکھا ہے کہ یحییٰ جب سرکاری کام سے بیرون بغداد جاتا تو یوسف اس کی نیابت کرتا تھا۔ سرکاری احکام نویسی (توقیع) جو وزیر یا خلیفہ کی مخصوص ذمہ داری تھی وہ انجام دیتا اور دفاتر کی نگرانی اعلیٰ (دوادین الازمۃ) کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں رہتی (دواوین الازمۃ تاریخ اسلام میں پہلی بار مہدی کے عہد نے ایجاد کئے تھے ان کا مقصد ہر شعبہ کی الگ الگ نگرانی تھا یہ بھی دیوان التوقیع کی طرح خلیفہ یا اس کے وزیر کے زیر نظر ہوتے تھے

صولی نے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے یوسف کی دفتری سیرت پر روشنی پڑتی ہے یحییٰ کے ملازم جب عرضداشتوں پر سرکاری مہر لگوا کر عرضداروں کے پاس لاتے تو ان سے انعام وصول کرتے تھے۔ یوسف کو اس کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ سے شکایت کی۔ یحییٰ نے مہر کا کام یوسف کی نگرانی میں دے دیا، پھر کسی سے کچھ وصول نہیں کیا گیا[۱]

یوسف کی مالی حالت زیادہ اچھی نہ تھی، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ بحیثیت سکریٹری اس کی تنخواہ اس کی ضروریات کے لئے ناکافی تھی اس کے اسباب دوسرے تھے: حکومت کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ مال و دربار اور ان دونوں سے تعلق رکھنے والوں کے قبضہ میں آجاتا تھا اور یہ لوگ بے دل کھول کر داد و بخشش دیتے تھے، روپیہ مفت آتا اس لئے بیدردی سے خرچ بھی ہوتا چنیدہ بد کے زراعت ہو گئے تھے، کنیزوں کے رکھنے کا رواج عام تھا بڑے بڑے حرم ہوتے تھے جن میں کئی کئی آزاد عورتوں کے علاوہ متعدد کنیزیں نفس پرستی کے لئے ہوتی تھیں ان کی خرید، داشت و پرداخت پر بہت خرچ آتا کنبے بڑے بڑے ہوتے تھے۔ لباس، گھر اور ظاہری ٹھاٹ باٹ پر بھی

---

[۱] صولی - ۱۵۶

بہت زور دیا جاتا تھا اور بغیر خوش پوش، خوش گفتار اور پرشکوہ بنے سرکاری ماحول میں منزلت کا حصول ممکن نہ تھا۔ پھر مدح سرائی کر کے انعام وصول کرنے والے شعراء کے طائفے جو ہوتے تھے ان کو مطمئن یا دوسرے الفاظ میں روپئے سے ان کی تعریف خریدنا یا ان کی خوفناک ہجو کا منہ بند کرنا وقت کا ایک اہم اقتصادی مسئلہ تھا اس قسم کے مالی مواقعوں سے صرف وہ لوگ عہدہ برآ ہوتے جن کو قرب سلطانی کی وجہ سے یا تو لگی بندھی بڑی بڑی رقمیں ملتیں یا بڑی بڑی جاگیریں ملی ہوئی تھیں (جیسے خاندان عباس و علی کے معزز افراد یا شاعروں، ندیموں اور گویندوں) یا ناجائز طریقوں سے سرکاری عہدوں کے بل بوتے پر روپیہ حاصل کرتے یوسف کو نہ تو خلیفہ سے خاندانی قربت تھی نہ وہ خلیفہ کے ندیموں، گویوں، شعراء وغیرہ میں شامل کہ کہیں روپیہ کی اس کو آمدنی ہوتی اور نہ اس قدر ناخدا ترس تھا کہ ناجائز طریقے اختیار کرتا بلکہ یحییٰ کی نگرانی میں بغداد کے دفاتر کے عمال کے لئے ایسے طریقے استعمال کرنا آسان بھی نہ تھا

نتیجہ یہ تھا کہ اس کی تنخواہ اس شان و شوکت اور نفس پرستی کے معیار کے لئے کافی نہ تھی جس سے اس کا ماحول بھرا ہوا تھا صولی نے کئی موقعوں کا ذکر کیا ہے جب یوسف نے اپنی ضروریات یحییٰ یا فضل کے سامنے پیش کی تھیں۔ ایک بار تو خود احمد کی شادی کا معاملہ تھا احمد کی شادی ایک شیعی برمکی سکریٹری (متعلق برامکہ کے دفتر سے تھا) کی لڑکی سے ٹھہری تو اس کے مہر کی ادائگی کے لیے یوسف نے یحییٰ سے اپنی دو ماہ کی تنخواہ (واجب الادا) کے ساتھ دو ماہ کی تنخواہ پیشگی طلب کی یحییٰ نے اپنے پاس سے احمد کے مہر کی رقم اور اسی قدر بطور عطیہ دے دی اور یوسف کو پچھلے دو ماہ کی تنخواہ اور اسی قدر عطیہ کا حکم لکھ بھیجا نیز یہ کہ پیشگی تنخواہ دینا خلاف ضابطہ ہے اس کے خط کے آخری الفاظ یہ ہیں: اور مجھے امید نہیں کہ جعفر (یحییٰ کا فضل سے چھوٹا لڑکا) احمد کا بار میرے یا تمہارے اوپر ڈالنا گوارا کرے گا جس طرح فضل نے قاسم (احمد کا بڑا بھائی) کا بار ہمارے یا تمہارے اوپر ڈالنا گوارا نہ کیا تھا۔ غالباً شادی کے موقع پر ایک دوسرے موقع پر یوسف کو روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اس نے تین شعر لکھ کر فضل بن یحییٰ کو بھیجے فضل نے تیس ہزار درہم ارسال کئے

ایضاً صولی ۱۰۷

اور لکھا کہ تم زیادہ شعر لکھتے تو اسی حساب سے روپیہ بھیجتا۔[1]

صولی نے یوسف کے چیدہ چیدہ خطوط، توقیعات اور اشعار پیش کئے ہیں اس کے ایک توقیع کا نمونہ یہ ہے،" دنیا کا ایک ظلم یہ ہے کہ وہ کسی کو بقدر حق نہیں دیتی۔ زیادہ دیتی ہے یا کم "اپنے لڑکے کو لکھا" اگر تمہاری سخاوت تمھارے جاننے والوں تک محدود رہی تو تمہارے گھر سے باہر نہ نکلے گی جب رشید نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا[2] تو علی نے غالباً اور کئی صوبوں کے الحاق کی درخواست کی رشید نے یوسف سے کہا علی کو لکھ کر خراسان کی اہمیت اور منفعت بتا دو غالباً اس کو معلوم نہیں یوسف نے یہ الفاظ لکھے: ہم نے خراسان کا گورنر بنا کر پوری طرح تمہاری مدد کر دی ہے: خراسان جب تک تم زندہ ہو تمہاری موت کے لئے کافی ہے[3] اپنے ایک لڑکے کو لکھا، فلاں کی صحبت سے بچو اگرچہ وہ تمہارا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ ویسے ہی بہت مُتعفن ہے کبھی انسان کے جسم کا کوئی حصہ سڑ جاتا ہے تو اس کو کاٹنا پڑتا ہے۔[4] یوسف کو ایک کنیز سے غیر معتدل شیفتگی ہو گئی کسی نے اس کو ملامت کی تو اس نے کچھ شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے اس کی صورت، دلکش باتوں اور رسیلے گانے نے اس کو حسین بنا دیا ہے،

(۲) وہ رومی بادشاہ قیصر کے خاندان کی لڑکی ہے جس نے مصیبت کا مزہ نہیں چکھا اور ناز و نعمت میں پلی بڑھی۔

(۳) جب سے میرے قبضہ میں آئی ہے میں اس کا غلام ہوں حالانکہ پہلے ایسا نہ تھا[5]

یوسف کے کلام میں صداقت فکر اور رقت جذبات نمایاں ہے۔

یوسف جب مرض موت میں مبتلا تھا تو یحییٰ نے اسے بلا بھیجا اس کی زبوں حیثیت دیکھ کر

---

[1] صولی۔ ۱۵۹، [2] یہ بنو عباس کا نہایت قابل اعتماد اور ذی اثر فوجی افسر تھا گورنر ہو کر اس نے خراسان کو اپنے واسطے خوب لوٹا کھسوٹا [3] رمضان ۱۸۰ھ۔ اخبار الطوال، [4] شاید اسی توقیع کا نتیجہ تھا جو علی نے خراسان کو اپنی جاگیر تصور کر لیا تھا [5] صولی۔ ۱۶۲ [6] صولی۔ ۱۶۱

یحییٰ نے کہا، تمہاری مالی حالت مجھے تمہارے مرض سے زیادہ سخت معلوم ہوتی ہے جب یوسف گھر لوٹا تو یحییٰ نے چار لاکھ درہم بھیجے اور رقعہ میں لکھا کہ اس وقت میرے خزانہ میں زیادہ نہیں تھے اس واقعہ کا راوی خود احمد ہے وہ کہتا ہے میرے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے ان کی میراث میں یحییٰ کے اس عطیہ کے علاوہ اور روپیہ نہ پایا۔"

جیسا کہ دستور تھا کہ جو لوگ دفتروں میں کلرک یا سکریٹری ہوتے تھے ان کے لڑکے بالعموم ان کے ساتھ کلرکی کی ٹریننگ حاصل کرتے تھے۔ احمد اور اس کے بھائیوں نے بھی کلرکی کی تربیت یوسف کی زیر نگرانی دفاتر میں پائی ہوگی احمد کا بڑا بھائی قاسم جو جاندنی کی شاعری کے لیے مشہور ہوا احمد کی طرح سکریٹری تھا گو اس کو اتنا عروج حاصل نہ ہوا۔ احمد کی دفتروں میں تدریجی ترقی کے بارے میں صولی[1] یا کسی اور نے کوئی تصریح نہیں کی جس خط میں یحییٰ[2] نے یوسف کو احمد کے مہر کا روپیہ اور دوسرے مالی عطیوں کی خوش خبری لکھ کر بھیجی تھی اس کے آخر میں یہ لفظ لکھے تھے: اور مجھے امید نہیں کہ جعفر شادی کے موقع پر احمد کا بار تم پیا مجھ پر ڈالنا گوارا کرے جس طرح فضل (بڑا بھائی جعفر کا) نے قاسم (احمد کا بڑا بھائی) کی شادی کا بار ڈالنا گوارا نہ کیا تھا یہ تصریح اس بات کا اشارہ ہو سکتی ہے کہ احمد جعفر کے اور قاسم فضل کے دفتر میں کسی ایسے معزز عہدے پر تھے جہاں ان کا جعفر اور فضل سے براہ راست تعلق رہتا تھا یہاں یہ کہنا مفید ہوگا کہ جعفر اور فضل دونوں کے دفتر الگ الگ تھے اور ان کو کبھی کبھی گورنر یا فوجی افسر کی حیثیت سے دور دراز صوبوں میں جانا پڑتا تھا اور ان کے ساتھ ان کے دفتر ہوتے تھے اور جب دونوں کا قیام بغداد میں ہوتا تب بھی ان کے فرائض ایسے متنوع ہوتے کہ پورے پورے عملے ان کے ماتحت رہتے تھے۔

احمد سے ہماری ملاقات خراسان کی راجدھانی مرد میں فضل بن سہل[3] وزیر مامون کے کاتب کی حیثیت سے ہوتی ہے برامکہ جو بانی رشید کے غضب کے طوفانی جھونکے میں تباہ ہو چکے

---

[1] بقول صولی ۱۵۰ھ [2] متوفی ۲۰۲ [3] رشید نے جعفر کو ۱۸۷ھ میں ... اور جو اس پہ ... قتل کیا، یحییٰ اور فضل کو قید کر دیا اور ان کی ساری دولت ضبط کر لی۔

ہیں اور ایسے کہ پھر کبھی نہ ابھر سکے، رشید کا طوس (خراسان) میں ۱۹۳ھ میں انتقال ہو جاتا ہے امین بغداد میں خلیفہ بنتا ہے، مامون (جو نائب السلطنت تھا) مرو میں دشمنوں کی سرکوبی کی مہم پر ہے۔ امین تاجپوشی کے بعد رنگ رلیوں میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ تاجپوشی سے پہلے تھا اس کے وزیر اور مشیر خاص فضل بن ربیع جس کی ریشہ دوانیوں کو برامکہ کی تباہی میں بڑا دخل تھا، اپنے مفاد کی خاطر امین کو اپنے بعد مامون کی خلافت منسوخ کر کے (جیسا کہ رشید نے طے کیا تھا) اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کے لئے اکساتے ہیں اور وہ اس عہدنامہ کو جس پر بڑی سنگین قسمیں کھا کر اس نے دستخط کئے تھے اور جس کی شانِ تقدس بڑھانے کے لئے خانہ کعبہ میں ٹانگ دیا گیا تھا توڑ دیتا ہے اور اپنے کمسن لڑکے کو ولی عہد نامزد کر دیتا ہے۔ امین اور مامون میں ٹھن جاتی ہے، مامون خراسان میں ہے دشمن کا ہر وقت خطرہ ہے اس کے وسائل کم ہیں امین محفوظ و مضبوط ہے خود مامون کے الفاظ میں جس کا مخاطب فضل بن سہل ہے: چوٹی کے افسر امین کے ساتھ ہیں بیشتر افواج اس کے حکم میں ہیں حکومت کے اکثر محصولات و خزانے اس کی گرفت میں ہیں اس نے انعامات و اکرامات سے اہل بغداد کو مسخر کر لیا ہے اور لوگ روپئے پیسے کے بندے ہیں اس کے سامنے حفظِ بیعت اور پاسداری عہد کی ان کو پرواہ نہیں رہتی، بے ایمانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں[1] مامون ٹکر لیتے ہوئے ڈرتا ہے، لیکن فضل بن سہل جو ستاروں سے مامون کی خلافت کی بشارت پا چکا ہے اس کو خلیفہ بنانے اور خود اس کا وزیر بننے کا عزم کر لیتا ہے اور اس کے دل سے خوف و ہراس نکال کر عسکری اور انتظامی امور کی ذمہ داری ساری اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پہلے تو خراسان میں امین کی دو فوجوں کو جن میں سے پہلی کے بارے میں بغداد کے ہم عصر مبصروں کی رائے ہے کہ "کثرت افواج، ظاہری شان و شوکت، تیز گام گھوڑوں اور ساز و سامان کے اعتبار سے بے مثال تھی شکست ہوتی ہے کام و دہان اور شہوت کے حد سے بڑھے ہوئے تقاضے بہت جلد ان پر شکوہ فوجوں کے حوصلے پست کر کے فرار پر مجبور کرتے ہیں اور جب شکست کی خبر آتی ہے تو امین اپنے محبوب خصی غلام کوثر کے ساتھ مچھلی کے

---

[1] طبری (۱۴۴/۱۰)

شکار میں ہوتا ہے اور خبر رساں سے کہتا ہے: "ابے چل ہٹ، مجھے اب تک ایک مچھلی نہیں لگی اور کوثر دو مار چکا ہے" اور جب ایک خیر اندیش[۱] اس کو عہد شکنی اور قسم توڑنے سے روکتا ہے تو وہ قرآن و خدا سے نظر بچا کر عبدالملک کی سنت میں پناہ لیتا ہے اور کہتا ہے: "عبدالملک تجھ سے زیادہ سمجھدار اور معاملہ فہم تھا جب اس نے کہا کہ دو سانڈ ایک گلی میں نہیں رہ سکتے" دوسرے سانڈ کا اشارہ عبدالملک کے حریف عمرو بن سعید بن الاشدق کی طرف ہے[۲]۔ پھر مامون کا جنرل طاہر بغداد پر چڑھائی کرتا ہے اور بارہ ماہ تک بغداد کے بیرونی حصوں میں خانہ جنگی ہوتی ہے اور بغداد کے بہت سے محل، نہریں اور باغات جہاں ہوا و ہوس کے دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی برباد ہوتے ہیں جب امین کے سارے وسائل ختم ہو جاتے ہیں اور گرتے ہوئے اقبال کو دیکھ کر فوجیں دغا دے جاتی اور وفاداریاں متزلزل ہونے لگتی ہیں اور خزانے خالی ہو جاتے ہیں تو وہ پکڑ لیا جاتا ہے اور اس کا سر کاٹ کر مامون کو جو مرو میں ہے بھیج دیا جاتا ہے۔

یہ واقعہ ۱۹۸ کا ہے احمد سے ہماری ملاقات مرو میں ہوتی ہے[۳] گمان غالب ہے کہ جعفر اور فضل کی تباہی کے بعد اس کا تعلق مامون کے دفتر سے ہو گیا ہوگا مامون امین کی طرح ولی عہد تھا اور خراسان کے علاقے رشید کی طرف سے اس کے زیر نگیں تھے۔

جب فضل بن سہل نے امین کا سر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولا "طاہر نے لوگوں کی تلواریں اور زبانیں ہم پر کھلوا دیں ہم نے امین کو قید کر کے بھیجنے کا حکم دیا تھا، اس نے قتل کر کے بھیجا ہے"[۴] اس پر مامون نے کہا "جو ہونا تھا ہو گیا اب طاہر کے اس فعل کی معذرت خواہی کرنے کی تدبیر کرو" فضل نے شعبۂ خط و کتابت کے ماہروں کو ایک ایسا خط طاہر کی طرف سے لکھنے کا حکم دیا جو امین کے استحقاقِ موت اور طاہر کے حق بجانب ہونے کی تصریح پر مشتمل ہو، بہت سے

---

۱ (طبری ۱۴۳/۱۰ دنوری۔ ۱۶۰) ۲ (بقول مصنف اخبار الطوال ۳۸۵ یہ اس کا پرائیویٹ سکریٹری اسماعیل بن صبیح تھا، ۳ (طبری ۱۴۳/۱۰) ۴ (اخبار الطوال ۳۸۵) ۵ ارشاد الاریب ۱۲۲/۱ کی روایت ہے کہ احمد جنرل طاہر کے ساتھ بغداد کے محاذ پر تھا اور امین کی شکست اور قتل کا خط جو قریب نقل ہوگا، اس نے لکھا تھا بعد کی روایت زیادہ قوی شہادتوں کے پیش نظر درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی۔

لمبے لمبے خط لکھے گئے جو فضل اور مامون کو پسند نہ آئے ضرورت عوام کو مطمئن کرنے کی تھی چند لفظوں سے ان کے زود اشتعال جذبات کا دبانا مقصود تھا اس ضرورت کے لئے چند پُر اثر اور جامع کلمے جن سے امین کا جرم ناقابل معافی ثابت ہوتا درکار تھے اس وقت احمد بن یوسف نے مختصر خط لکھ کر دیا اس میں شک نہیں کہ مخلوع (یعنی امین جو گرفتار ہونے سے کچھ دن پہلے اپنی مایوس کن حالت کے پیش نظر خلافت سے بھائی کے حق میں دستبردار ہو گیا تھا) نسب اور گوشت پوست میں امیر المومنین (مامون) کا شریک تھا لیکن چونکہ وہ دین کی مقدس گرفت اور اجماع مسلمین سے باہر نکل گیا تھا اس نے خلافت دیا اس عہد کے بارے میں خدا کا وہ فیصلہ توڑ دیا جو اس کے اور امیر المومنین کے درمیان ہوا تھا (امین اور مامون نے رشید کی زیر نگرانی اور خلافت کے قضاۃ وغیرہ کی شہادت سے پہلے امین اور پھر مامون کے خلافت کا جو عہد کیا تھا اس کی طرف اشارہ ہے) اللہ نے نوحؑ سے ان کے لڑکے کے بارے میں کہا تھا: "اے نوح یہ تمہارا عزیز نہیں ہو سکتا یہ تو نابکار آدمی ہے" اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کی معصیت میں کوئی رشتہ یا قربت در خور اعتنا نہیں ہو سکتی اور نہ کسی رشتہ کا خدا کے حکم کے خلاف توڑنا جائز ہے میں امیر المومنین کو مطلع کرتا ہوں کہ خدا نے مخلوع کو ٹھکانے لگا دیا اور ان کے لئے حکومت استوار کر دی اور اپنا وعدہ ان کے حق میں پورا کر دکھایا اب زمین اپنے دور دراز کے سارے علاقوں سمیت امیر المومنین کے قدموں کے نیچے سر جھکائے کھڑی ہے میں امیر المومنین کی خدمت میں مخلوع کا سر یعنی دنیا اور چادر وچھڑی یعنی آخرت بھیج رہا ہوں شکر اس خدا کا جس نے امیر المومنین کا حق ان کو دے دیا اور بد عہدی و بے وفائی کے مرتکب کو ذلیل کر کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو پھر جمع کر دیا اور ان کے ہاتھوں شریعت کی گرتی ہوئی عمارت کو اٹھا لیا[1]" خط دیکھ کر فضل پھڑک گیا اور احمد سے بولا: "ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا" پھر اس نے اپنے منتظم دفتر مال کو بلایا

---

[1] طبری اور یاقوت کے الفاظ میں کچھ فرق ہے، میں نے یاقوت کی روایت کا اتباع کیا ہے [2] چادر و چھڑی اور مہر خلافت کی رسمی علامتیں تھیں اول الذکر دونوں آنحضرت سے دست بدست منتقل ہوتی تھیں وہ چادر غالباً وہ تھی جو آنحضرت نے شاعر کعب کو انعام میں دی تھی (معجم الادباء ۲/۲۷۴ ۳ ارشاد الاریب ۱۴۴/۱۹۴)

اور دوات قلم لے کر ایک رقعہ میں احمد کے لئے متعدد مکانات، فرش فروش، فرنیچر، سامان پوشش اور سواری باربرداری کے جانور وغیرہ کا حکم لکھ کر رقعہ احمد کے سامنے ڈال دیا اور کہا: ”کل سے تم دیوان (یعنی دیوان الرسائل) میں بیٹھنا اور باقی کاتب تمہارے سامنے (بحیثیت ماتحت) بیٹھیں گے“۔

مامون خلیفہ ہو گیا خراسان اور دوسرے صوبوں میں اس کی بیعت لے لی گئی اور وہ دارالسلطنت بغداد لوٹ آیا۔ احمد حکومت کا سکریٹری اول تھا جس طرح اس کا باپ یوسف یحییٰ کا نائب تھا وہ فضل کا نائب ہو گیا۔

اس کے بعد احمد سے ہماری ملاقات ۲۰۵ھ میں ہوتی ہے اس سال مامون نے جنرل طاہر کو خراسان اور مشرقی صوبوں کا گورنر مقرر کیا۔ جس وقت طاہر بغداد سے جانے لگا تو اس نے اپنے لڑکے محمد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اگر بغداد میں تم کسی کے ساتھ ربط ضبط رکھو تو احمد بن یوسف کے ساتھ رکھنا کیونکہ وہ بامروت آدمی ہے محمد کے دل کو یہ نصیحت ایسی لگی کہ باپ کو رخصت کر کے جب لوٹا تو سیدھا احمد کے گھر گیا اور بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا احمد اس کا مطلب سمجھ گیا اس نے لونڈی کو بلا کر کھانا لانے کا حکم دیا وہ ایک بڑے تھرے میں عمدہ روٹی اور کئی رنگ کے سالن اور شیرینی لے کر آئی اور اس کے بعد کئی قسم کی پینے کی چیزیں شیشہ کے عمدہ جگوں میں خوبصورت گلاسوں کے ساتھ اس کے سامنے رکھی گئیں۔ احمد نے کہا: سرطاہر صاحب (امیر) جو چیز آپ پسند کریں شوق فرمائیں اور اگر کل میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں تو بہت ممنون ہوں گا محمد جب احمد کے پاس سے اٹھا تو وہ اس کی روکھی سوکھی تواضع سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کو اپنے باپ کی نصیحت پر تعجب ہو رہا تھا اس نے ٹھان لی کہ احمد کو رسوا کر کے رہے گا، چنانچہ اس نے اپنے سارے دوستوں اور شناسائی فوجی افسروں کو احمد کی دعوت میں مدعو کر دیا دوسرے دن صبح کو سب مل کر احمد کی کوٹھی پہ گئے احمد نے بڑے شاندار پیمانہ پر انتظامات کئے تھے

لہ ادخلاف ارسب ۱۹۶/۱ ۲ ہ دکتاب الاعتبار ابن خلدون ۲۵۱/۳، طبری ۲۰۵ھ/۷

اور دل کھول کر اپنی فیاضی و مروت کا مظاہرہ کیا تھا۔ تکیوں، قالینوں، پردوں، لونڈوں اور لونڈیوں کی ایسی کثرت اور آن بان اس نے دیکھی کہ سناٹے میں آگیا۔ احمد نے تین سو دسترخوان بچھوائے تھے جن کے ارد گرد خدمت کے لئے تین سو لونڈیاں جمع تھیں اور ہر دسترخوان پر تین سو قسم کے کھانے سونے چاندی اور چینی کے برتنوں میں چنے گئے تھے جب کھانا ختم ہوا تو محمد نے دریافت کیا: "کیا باہر کے لوگوں نے کھانا کھا لیا؟ معلوم کیا گیا تو کوٹھی کے باہر جتنے لوگ تھے (محمد کے طفیلیوں میں) سب معروفِ طعام تھے۔ تب محمد نے حیران ہو کر کہا: "ابو جعفر (احمد کی کنیہ۔ خطاب احترام) تمہارے کل اور آج میں بڑا فرق ہے۔" احمد نے جواب دیا: وہ میری لڑکی تھی یہ میری فیاضی ہے۔"[1]

فضل بن سہل مامون کی تحریک پر خلافت بنو عباس سے بنو علی کی طرف منتقل کرنے کے جرم میں ۲۰۲ میں قتل ہوا۔ اس کی موت کے بعد وزارت اس کے بھائی حسن کے سپرد ہوئی حسن کی طبیعت پر بھائی کے قتل کا بڑا اثر تھا، اس کو ہر وقت خوف رہتا کہیں بھائی کی طرح کوئی اس کا خاتمہ بھی نہ کر دے اس لئے وہ وزارت سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا تھا اس کے برخلاف مامون اس کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا اس کو عافیت و فرصت بہت کم ملتی تھی اس کا دل درباری خدمت سے اکتا گیا کچھ عرصہ بعد وہ ایک بیماری میں مبتلا ہوا اور دربار و دفتر آنے سے معذور ہو گیا اس کی حیثیت بس مشیر کی سی رہ گئی احمد بن ابی خالد جو سہل بھائیوں کی طرح عسکری تدبیری قابلیت میں یکتا تھا اس کا جانشین ہوا اور اکثر فوجی مہموں پر جایا کرتا تھا۔ بہ تصریح فخری ۲۱۰ھ میں اس کا انتقال ہوا مامون نے حسن بن سہل سے اس کے جانشین کے تقرر کے بارے میں مشورہ کیا حسن نے احمد اور ایک دوسرے سکریٹری ابو عباد ثابت الرازی (رے کا باشندہ) کی سفارش کرتے ہوئے کہا ان سے زیادہ امیر المومنین کے مزاج، طبیعت اور خدمت سے کوئی دوسرا شخص واقف نہیں ہے مامون نے کہا ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر دیا جائے حسن کا رجحان احمد کی طرف تھا اس نے

---

[1] ارشاد الاریب ۱/۱۴۴

کہا: "اگر احمد خدمت کی پابندی کے لئے تیار ہو جائے اور لذت کی کچھ قربانی گوارا کرے تو ثابت کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ مضمون نویسی میں اس کی بنیادیں بہت گہری ہیں وہ خلفائی کاتب ہے۔ بلاغت تحریر اور علمیت میں وہ ثابت سے زیادہ ہے۔" مامون نے اس کو اپنا سکریٹری بنالیا[1] سرکاری مراسلت اس کی نگرانی میں تھی اور سرکاری کاغذات پر احکامات اس کے قلم سے صادر ہوتے تھے جب وہ دارالانشاء دسکریٹریٹ) سے کسی سرکاری کام سے غیر حاضر ہوتا تو ثابت اس کی نیابت کرتا جیسا کہ احمد ابن ابی خالد اپنے پیش رو کی غیر حاضری میں کیا کرتا تھا[2]

تحری نے لکھا ہے کہ ابن ابی خالد کی وفات ۲۱۰ میں ہوئی اس کے بعد احمد اس کا جانشین ہوا احمد کی وفات صولی نے ۲۱۳ میں بتائی ہے اور یاقوت نے ارشاد الاریب میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کی رائے میں اس کا انتقال ۲۱۴ میں ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ احمد تین یا چار سال مامون کا وزیر رہا احمد کی موت کا واقعہ عجیب ہے، اس سے احمد اور مامون دونوں کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے ایک روز احمد مامون سے ملنے آیا تو حسب معمول مامون انگیٹھی کے سامنے بیٹھا ہوا عود و عنبر کے دھوئیں کی دھونی لے رہا تھا اس زمانہ میں عود و عنبر بڑے لوگوں میں خوب استعمال ہوتا تھا اور شاید اس کا سب سے زیادہ مسرفانہ استعمال اس موقع پر ہوا جب مامون حسن بن سہل کی لڑکی بوران کو بیاہنے اس کی جاگیر گیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ حسن نے قریب ایک من (ہندوستانی) عنبر کی شمعیں اس کمرہ میں جلائی تھیں جس میں مامون ٹھہرا تھا اور بارات کے کھانے پر ۲ کروڑ دینار خرچ کیا تھا اس نے انگیٹھی اپنے سامنے سے ہٹا کر مہمان نوازی اور تعظیم کے جذبہ سے احمد کے سامنے رکھوا دی احمد دھونی لینے لگا جب وہ چلا گیا تو ملازمین نے مامون سے بطور شکایت کہا کہ جب احمد کے پاس انگیٹھی لائی گئی تو اس نے کہا: "لاؤ اس مردود کو (یعنی لوٹائی ہوئی کو) نیز یہ کہ اس نے لوٹتے وقت غلام سے کہا تھا کہ خوشبو کا ایسا بخل بھی کس کام کا میرے واسطے دوسری انگیٹھی منگوا دی جاتی تو کیا

[1] احمد کے بارے میں قزمی اور صولی کے علاوہ اور کسی مستند مورخ نے وزیر کا لفظ نہیں لکھا، یاقوت، طبری وغیرہ اس کو صرف سکریٹری کے عہدہ سے یاد کرتے ہیں [2] ارشاد الاریب ۱۱۱/۲ [3] خطیب ۳۴۲/۷

تھا اس شکایت کا محرک غالباً مامون کا بھائی اور جانشین معتصم تھا (۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ) اس کو احمد سے کد تھی اور مامون کو اس کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ مامون کو بہت غصہ آیا (حالانکہ مامون بنو عباس میں شاید سب سے زیادہ بردبار اور روشن دماغ خلیفہ تھا) اور احمد کی طرف سے اس کے دل میں غبار بیٹھ گیا۔ شکایت سن کر اس نے اس طرح غصہ اور جلال کا اظہار کیا: میرے بارے میں یہ الفاظ! میں ایک دن میں ایک شخص کو ساٹھ لاکھ دینار انعام دیتا ہوں (حالانکہ میرا یومیہ خرچ چھ لاکھ دینار ہے (۳۰ لاکھ روپے)) [1] میں نے تو اس کی تنظیم کرنا چاہی تھی" پھر کسی دن احمد ملنے آیا تو مامون پہلے کی طرح دھونی لے رہا تھا (جسم اور کپڑوں کو بسانے کے لئے) اس نے عنبر لانے کا حکم دیا بہترین قسم کے تین تین مثقال کے تین ٹکڑے لائے گئے اور دوسری انگیٹھی میں ایک ایک ٹکڑا جلا کر احمد کے سامنے رکھا گیا مامون نے حکم دیا کہ جب تک عنبر کے ٹکڑے جلیں احمد کا منہ اس کے گریبان میں بند کر دیا جائے (دھواں احمد کی ناک کے علاوہ اور کسی طرف نہ جانے دیا جائے) چنانچہ ایسا کیا گیا تھوڑی دیر تک اس نے ضبط کیا، پھر اس کی سانس گھٹنے لگی، وہ چیخنے لگا، میں مرا میں جلا، تب گریبان کھولا گیا۔ وہ بیہوش ہو گیا اس کا دماغ جل گیا تھا، سانس

احمد کی سیرت کے بارے میں صولی یا کسی دوسرے مورخ نے کوئی خاص تصریح نہیں کی اور ایسی تصریحات ہمیں ملتی بھی بہت کم ہیں [2]۔ اس کی مروت کا نمونہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں مروت ایک جامع لفظ تھا، اسلام سے پہلے اس کا تصور کافی وسیع تھا، فیاضی بلکہ بڑا اسراف فیاضی، شراب نوشی اور اس کی ترنگ میں نتائج سے بے پرواہ داد و دہش، مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ، مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری اس تصور کے نمایاں خدوخال تھے یہ تصور اور بہت سے عربی تصورات کی طرح بذریعہ خون اسلام میں منتقل ہو گیا اس میں دوسرے جاہلی تصورات

---

[1] جیسا کہ صولی نے اشارہ کیا ہے، [2] جوزی ص۲۸ [3] بعض لوگ کہتے ہیں بتصریح جوزی، اگر کسی لغزش پر مامون اس سے ناراض ہو گیا تھا اس غم سے اس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ قبل از وقت مر گیا [4] اس کی صورت و اخلاق کے متعلق خطیب ۱۰/۱۴۲ نے ایک نامعلوم شخص کا یہ قول جس کا مخاطب احمد ہے نقل کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا جسم جس کو اللہ نے بنایا ہے زیادہ حسین ہے یا تمہارا اخلاق جس میں تم نے اپنی کوشش سے چار چاند لگا دئے ہیں

کی طرح جو تغیر آیا وہ کمی زیادہ تھا کیفی کم یعنی اقتصادی و اخلاقی حالات کی موافقت سے یا تو اصناف نکھر جاتا یا مضمحل ہو جاتا اسلام کے بعد امویوں اور عباسیوں کے دور میں چونکہ مروت کے اس تصور کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لئے ماحول سازگار تھا اس لئے یہ پوری آن بان کے ساتھ رونما ہوا احمد غالباً شیعی تھا اس کی ایک شادی جس کا صولی نے ذکر کیا ہے برکی دفتر کے ایک شیعی سکریٹری کی لڑکی سے ہوئی تھی اس کے بھائی قاسم نے اپنی شاعری میں اہل بیت کی بہت مدح سرائی کی تھی حقیقت یہ ہے کہ اکثر غیر عرب لوگوں کا رجحان اہل بیت کی طرف تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ بالعموم حکومت کے میراث ہونے کے قائل تھے جیسا کہ ایرانی بادشاہت میں قاعدہ تھا کہ باپ کا مورث لڑکا ہوتا تھا اور اس تصور کے زیر اثر رسول اللہؐ کے خاندان سے زیادہ ان کی نظر میں خلافت و اقتدار کا کوئی دوسرا مستحق نہ تھا احمد کی پبلک زندگی کی بدعنوانیوں کی کوئی شکایت ہم تک نہیں پہنچی اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس کی پبلک زندگی کے اندرونی پردوں تک ہم نہیں پہنچے دوسری بات یہ ہے کہ رشید اور مامون کے عہد میں گو کہ سیاسی فتنے اور خونریزیاں خوب ہوتی تھیں بغداد کے مرکزی دفاتر نظم و ضابطے کے دائرہ سے باہر نہیں نکلے۔ پبلک زندگی کی بدعنوانیوں سے میری مراد خاص طور پر مالی بدعنوانیاں ہیں یعنی ذاتی مفادات کے لئے حکومت اور اقتدار کا استعمال جیسا کہ ہولناک شکل میں کچھ دن بعد رونما ہوا البتہ اس کی ایسی بدعنوانیاں ہمیں ملی ہیں جن میں حسنِ ظاہری سے متاثر ہو کر احمد نے بعض کاتب لڑکوں کو ترقیاں عطا کیں اور بڑے بڑے عطیے دیے جیسا کہ ہم عنقریب دیکھیں گے۔ یہ احمد کی کوئی انفرادی خصوصیت نہ تھی، یہ ماحول کا نتیجہ تھا! اس ماحول میں حسن نسوانی (نیم نسوانی خصی لڑکے)، وقت کے سب سے زیادہ حاوی اور شدید ترین جذباتی محرکات میں سے تھے عورتیں اور مرد سامان تجارت تھیں اور یہ تجارت خوب فروغ پر تھی دنیا کے اکثر ممالک اور آب و ہوا کی لڑکیاں بغداد، کوفہ، بصرہ، اور دوسرے بڑے بازاروں میں آداب معاشرت اور موسیقی کے زیورات سے آراستہ کر کے بیچی جاتی تھیں اور حسین لڑکوں کو خصی کر کے جوہر مردانیت سے ان کو زبردستی محروم کر کے کچھ جنسی تنوع کے لئے

کچھ حفاظت کے لئے، کچھ زینت خانہ کے لئے، کچھ حسن نسوانی کو ان کی رجولیت کے خطرہ سے بچانے کے لئے کچھ شان و شوکت کے مظاہرے کے لئے رکھا جاتا تھا اس سامان تجارت کو خریدنے اور برتنے کے لئے دولت کی افراط تھی، ایک معمولی سا شاعر ایک خوش گلو گویا ہر تیسرے آدمی سے دس پانچ ہزار روپیہ بآسانی اپنی تعریف کی قیمت یا اپنی آواز کے صلہ کے طور وصول کر لیتا اور خلفاء وزراء اور بڑے عہدہ داروں یا ان کے عزیز و اقارب سے جو گھر بیٹھے محض خونی تعلق کی بناء پر لاکھوں روپئے ماہوار پاتے ایک اچھے شاعر اور شائستہ گویئے کا لاکھ دو لاکھ وصول کر لینا بڑی بات نہ تھا۔ ہادی (۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ) کی فیاضی تو اس درجہ تھی کہ ابراہیم موصلی کے چند طرب انگیز اشعار سن کر اس کو اپنے وکیل کے ساتھ بیت المال میں بھجوا دیا تھا کہ جو اور جس قدر چاہے لے لے اور جب ابراہیم نے ایک لاکھ درہم (پچاس ہزار روپئے) کی تھیلیاں پسند کیں تو وکیل نے ۲۰ لاکھ بطور رشوت لے کر ۰، لاکھ ابراہیم کو لے جانے دئے۔ اس سے ملتی جلتی مثالیں جن میں پبلک مالیات کو بے دریغ ہوا و ہوس انانیت اور ناموری کی خاطر لٹایا جاتا تھا تاریخ و ادب میں بکثرت ہیں اس غیر متوازن مالداری اور حسن کے بے قید تمتع کا نفسیات پر اتنا گہرا اور ہمہ گیر اثر تھا کہ اس سے دینی و اخلاقی اقدار کا پروان چڑھنا تو درکنار محفوظ رہنا بھی مشکل تھا خاص طور پر جبکہ خدا رسول صحابہ اور خاندانی عمائد کی طرف سے فرض کو مباح اور مباح کو فرض بنانے کی ایک پوری شریعت حیل اور تاویلات کی تار و پود نفس پرستی کے روح سے وجود میں آچکی ہو اس شریعت کے پیچھے خدا ترسی اور پر خلوص روشن ضمیری کے بجائے نفس پرستی کے جذبے تھے۔

---

[۱] خطیب ۱۴/۲۲۷ و طبری ۱۰/۴۶

(باقی آئندہ)